سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

از: جناب مولانا عبدالحلیم چشتی

عبدالعزیز اصلی نام ہے اور تاریخی نام غلام حلیم ہے، سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہے۔

موصوف دہلی میں جمعہ کے دن ۲۵/رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ - ۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے، حافظہ اور ذہانت خداداد تھی، قرآن مجید کے ساتھ فارسی بھی پڑھ لی اور گیارہ برس کی عمر میں عربی تعلیم کا انتظام ہوا اور پندرہ سال کی عمر میں جملہ علوم رسمیہ سے فراغت حاصل کرلی، شاہ صاحبؒ نے علوم عقلیہ کی تحصیل والد بزرگوار کے بعض شاگردوں سے کی اور حدیث وفقہ شاہ ولی اللہؒ نے خود پڑھائی تھی، ابھی سترہ برس کے تھے کہ شاہ ولی اللہؒ کا انتقال ہوگیا تو شاہ ولی اللہؒ کے تلمیذ خاص محمد عاشق پھلتیؒ سے تکمیل کی، موصوف چوں کہ شاہ صاحبؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور علم وفضل میں بھی سب سے ممتاز تھے، لہٰذا مسندِ درس وخلافت ان ہی کے سپرد ہوئی، اور موصوف درس وتدریس، ہدایت و ارشاد اور تصنیف وتالیف میں ہمہ تن مصروف ہوگئے، شاہ صاحبؒ کو تمام علوم متداولہ اور فنون عقلیہ ونقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی، حافظہ بھی بلا کا قوی تھا، تقریر معنی خیز وسحرانگیز، مرتب ودل نشین ہوتی تھی، جس نے آپ کی ذات کو مرجع عوام وخواص بنادیا تھا، علوئے اسناد کی وجہ سے دور دور سے لوگ سفر کرکے حلقۂ درس میں شرکت کرتے اور سند فراغ حاصل کرتے تھے، درس وتدریس، افتاء وتصنیف، فصلِ خصومات، پند وموعظت اور شاگردوں کی تربیت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے، موصوف

کی ذات سے ہندوستان میں علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث وتفسیر کا بڑا چرچا ہوا، مسلمانوں کی اصلاح ہوئی اور فتنوں کا سدِّ باب ہوا، ان ہی کی مساعی جمیلہ، نالہ نیم شبی اور توجہ نے شاگردوں اور مریدوں میں وہ روح پھونکی جس نے مسلمانوں میں بڑا انقلاب پیدا کیا اور مسلمانوں کی دینی، تعلیمی اور ثقافتی حالت کو اس درجہ بہتر بنایا کہ ایک مرتبہ تو قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی، شاہ صاحبؒ کو حدیث، فقہ، تفسیر، کلام ہی میں کمال حاصل نہ تھا بلکہ منطق وفلسفہ اور شعر وادب میں بھی مہارت حاصل تھی، حدیثیں کثرت سے یاد تھیں، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے شیخ محمد تھانویؒ شاگرد شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ سے نقل کیا ہے:

(انہوں نے) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی نسبت فرمایا ''ان کو چھ ہزار حدیث کے متن یاد تھے''۔ (الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ادارہ اشرفیہ پاکستان کراچی ۱/۲۷۰)

شیخ محسن بن یحیٰی ترہتی ''الیانع الجنی'' میں رقم طراز ہیں:

قد بلغ من الكمال والشهرة بحيث	وہ کمال اور شہرت کے ایسے مقام کو پہنچے کہ تم
ترى الناس في مدن أقطار الهند	دیکھتے ہو لوگ بلادِ ہند میں اپنا ان سے
يفتخرون باعتزائهم إليه بل	انتساب کرنا فخر سمجھتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو
بانسلاكهم في سمط من ينتمي إلى	ایسے رشتے میں منسلک کرنے میں جو اُن کے
أصحابه ومن سجاياه الفاضلة	شاگردوں پر منتہی ہوتا ہے قابلِ فخر خیال
الجميلة التي لايدانيه فيها عامة أهل	کرتے ہیں، ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق
زمانه قوة عارضته لم يناضل أحداً	فاضلہ ایسے ہیں کہ جن میں ان کے عام
إلا أصاب غرضه وأصمى رميته	معاصرین ان سے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے،
وأحرز خصله، ومن ذلك براعته	جس نے بھی ان سے مقابلہ کیا وہ ان کے
في تحسين العبارة وتحبيرها والتأنق	نشانہ پر گرا اور اس نے ان ہی کے نشانہ پر تیر
فيها وتحريرها حتى عده أقرانه	چھوڑا اور ان کے طور طریق کو اختیار کیا، اور

مقدما من ابن حلبة رهاله وسلموا
له قصبات السبق في ميدانه ومنها
فراسته التي اقدره الله بها على
تاويل الرؤيا فكان لايعبر شيئا منها
إلا جاءت كما اخبر به كانما قد
رآها وهذا لايكون إلا لأصحاب
النفوس الزاكيات المطهرة من
أدناس الشهوات الردية
وأرجاسها، وكم له من خصال
محمودة وفضائل مشهودة.

ان کے منجملہ محاسن کے عبارت آرائی اور انشا
پردازی میں فائق ہونا اور اس میں سحر آفرینی
ہے، ان کی تحریریں ایسی ہیں جس کی وجہ سے
ان کے معاصرین نے ان کو اپنا پیشوا مان لیا اور
سب نے اس امر کو تسلیم کیا کہ وہ میدان
مسابقت میں گوئے سبقت لے جانے والے
ہیں اور نشان پر قبضہ کرنے والے ہیں اور
منجملہ اس کے ان کی فراست ہے جس کی
بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو خوابوں کی تعبیر پر
قدرت عطا فرمائی، جیسی تعبیر دیتے ویسی ہی
ہوتی، اور گویا ایسی خبر دی ہے کہ خود انہوں
نے اس کو دیکھا ہے، یہ باتیں ایسے نفوس
قدسیہ سے ظہور میں آتی ہیں جو خواہشات
نفسانی کی آلودگیوں سے پاک صاف ہوتے
ہیں، ان کے خصائل حمیدہ بہت ہیں اور ان
کے فضائل مشاہدہ میں آچکے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی ''إتحاف النبلاء المتقین بإحیاء مآثر الفقهاء المحدثین'' مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ ص ۲۹۶ میں رقم طراز ہیں:

شاہ عبدالعزیز بن الشیخ الاجل ولی اللہ محدث
الدہلوی بن شیخ عبدالرحیم العمری رضی اللہ عنہم
استاذ الاساتذہ وامام الجہابذہ بقیۃ السلف حجۃ

شاہ عبدالعزیز بن شیخ اجل ولی اللہ محدث دہلوی
بن شیخ عبدالرحیم عمری رحمہم اللہ استاذ الاساتذہ وامام
نقاد، بقیۃ السلف حجۃ خلف اور دیار ہند کے عالم

الخلافت خاتم المفسرین والمحدثین بالدیار
الہندیہ در وقت خود مرجع علماء ومشائخ بودند
دستگاہ ایشاں در جمیع علوم متداولہ وغیر متداولہ
از فنون عقلیہ ونقلیہ فوق الوصف ست، در
کثرت حفظ وعلم تعبیر رؤیا وسلیقۂ وعظ وانشاء
وتحقیقات نفائس علوم ومذاکرہ ومباحثہ باخصوم
ممتاز اقران بودند ومعتقد فیہ موافق مخالف
تمام عمر در تدریس وافتاء وفصل خصومات ووعظ
وتربیت مریداں وتکمیل شاگرداں گزرانیدند
وجاہ وعزت صوری واحترام تعظیم ظاہری
باکمالات باطنی فراہم داشتند، سید احمد
بریلویؒ امیر المجاہدین را بیعت طریقت
بایشاں بود، ریاست علم وعمل بلادِ ہند بسوئے
ایشاں وبرادرانِ ایشاں منتہی گشتہ از علمائے دیارِ
ہندوستان بلکہ بلاد دیگر کم کسے باشد کہ نسبتِ تلمذ
یا استفادہ باطن بایں خاندان درست نکردہ باشد
شاگردی ایشاں فخر کبار علما است وکتب مؤلفہ
ایشاں معتمد فضلا، والد فقیر نیز از ایشاں روایت
دارند، اخذ علوم از والدِ ماجدِ خود وخلفائے ایشاں
کردہ ان وخلقے بسیار از جناب ایشاں استفادہ
نمودہ چوں اسانید علوم تحصیلیہ ایشاں از فقہ

مفسرین ومحدثین تھے اور اپنے وقت میں علماء اور
مشائخ کے مرجع تھے، تمام علوم متداولہ اور غیر
متداولہ میں خواہ فنونِ عقلیہ ہوں یا نقلیہ، ان کو
جو دستگاہ حاصل تھی وہ بیان سے باہر ہے، کثرت
حفظ وعلم، خوابوں کی تعبیر، سلیقۂ وعظ، انشاء
پردازی، تحقیقات نفائس علوم، مذاکرہ اور مخالفوں
کے ساتھ مباحثہ کرنے میں وہ اپنے معاصرین
سے ممتاز تھے، اور موافق ومخالف سب کو ان سے
اعتقاد تھا، تمام عمر درس وتدریس، افتاء، فصلِ
خصومات وعظ وتربیتِ مریدین اور تکمیل تلامذہ
میں گزار دی، باطنی کمالات کے ساتھ صوری جاہ
وعزت اور ظاہری تعظیم واحترام بھی میسر تھا، امیر
مجاہدین سید احمد (شہید) بریلویؒ کو ان ہی سے
بیعتِ طریقت حاصل تھی، بلادِ ہند میں علم وعمل کی
سیادت ان پر اور ان کے بھائیوں پر ختم تھی، دیارِ
ہند کے علماء ہی میں نہیں بلکہ بیرونِ ہند میں بھی کم
ہی کوئی ایسا عالم ہوگا جو تلمذ یا استفادہ باطن کی
نسبت اس خاندان سے نہ رکھتا ہوگا، ان کی
شاگردی بڑے بڑے علماء کے لیے باعث فخر
ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابیں فضلاء کی معتمد علیہ
ہیں، فقیر کے والد کو بھی ان سے روایت کی

وحدیث وتفسیر وغیر آں در تصانیف ایشاں مرقوم است ودر مردم مشہور، خاندان ایشاں خاندان علوم حدیث وفقہ حنفی ست خدمت ایں علم شریف چنانکہ ازیں اہل بیت بوجود آمدہ در کشور از خانماں دیگر معلوم ومعہود نیست تخم عمل بالحدیث درحقیقت پدر ایشاں دریں سرزمین کاشتہ اند وایشاں آنرا برگ وبار بخشیدہ۔

اجازت حاصل ہے، موصوف نے علوم کی تحصیل اپنے والد اور ان کے خلفاء سے کی اور بڑی خلقت نے ان سے استفادہ کیا، ان کے علوم تحصیلیہ فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ کی سندیں ان کی تصانیف میں مذکور ہیں اور لوگوں میں مشہور ہیں، ان کا خاندان علومِ حدیث اور فقہ حنفی کا خاندان ہے اس علم شریف کی خدمت جیسی کہ اس خاندان سے اس اقلیم میں بن آئی دوسرے کسی خاندان کی بابت معلوم اور مشہور نہیں، در حقیقت اس سرزمین میں عمل بالحدیث کی تخم ریزی ان کے والد ماجدؒ نے کی اور انہوں نے اُس کو برگ وبار بخشے اور پروان چڑھایا۔

مولانا سید عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر ج۷ ص ۲۶۸ میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

"الشیخ الإمام العالم الکبیر العلامة المحدث عبدالعزیز بن ولي الله بن عبدالرحیم العمري الدهلوي سید علماء نا في زمانه وابن سید هم، لقبه بعضهم "سراج الهند" وبعضهم "حجة الله".

اور پھر لکھا ہے:

وکان رحمه الله أحد أفراد الدنیا بفضله وآدابه وعلمه وذکائه وفهمه وسرعة حفظه اشتغل بالدرس

مرحوم اپنے علم وفضل، آداب، ذکاوت، ذہانت، فہم وفراست اور سرعتِ حافظہ میں عالم کے اندر یگانۂ روزگار علماء میں سے

والإفادة وله خمس عشرة سنة فدرس
وأفاد حتى صار في الهند العلم المفرد
وتخرج عليه الفضلاء وقصدته الطلبة
من أغلب الأرجاء وتهافتوا عليه
تهافت الظمآن على الماء ......
ولعلك تتعجب أنه كان مع هذه
الأمراض المؤلمة والأسقام المفجعة
لطيف الطبع حسن المحاضرة جميل
المذاكرة فصيح المنطق مليح الكلام
ذا تواضع وبشاشة وتودد لايمكن
الإحاطة بوصفه ومجالسه هي نزهة
الأذهان والعقول بمالديه من الأخبار
التي تنشف الأسماع والأشعار
المهذبة للطباع والحكايات عن
البلاد البعيدة وأهلها وعجائبها
بحيث يظن السامع أنه قد عرفها
بالمشاهدة ولم يكن الأمر كذلك
فإنه لم يعرف غير كلكته ولكنه
كان باهر الذكاء قوي التصور كثير
البحث عن الحقائق فاستفاد ذلك

تھے، پندرہ برس کی عمر سے درس وتدریس
میں مصروف ہوئے، درس دیا اور فیض
پہنچایا یہاں تک کہ ہندوستان میں یکتا عالم
ہوگئے اور فضلاء نے ان سے اکتساب
کمال کیا، بیشتر مقامات سے طلبہ محض ان
سے پڑھنے کے لیے آتے اور ان پر ایسے
ٹوٹ پڑتے جیسے پیاسا پانی پر ٹوٹ پڑتا
ہے اور شاید تم کو تعجب ہوگا کہ موصوف ان
تکلیف دہ بیماریوں اور اندوہناک امراض
کے باوجود خوش طبع، حاضر جواب، شیریں
گفتار، بڑے فصیح، خوش کلام، متواضع،
ہشاش بشاش اور باوقار تھے، ان کے
اوصاف کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، ان کی
مجلسیں عقول اور اذہان کی سیر وتفریح کا
سامان تھیں، ان کی حکایتیں کانوں کو، ان
کے شائستہ اشعار طبائع کو بھاتے تھے اور
دور دراز کے قصے اور وہاں کے باشندوں
کی داستانیں بھی خوب ہوتی تھیں اور تعجب
کی بات یہ ہے کہ سننے والے کو یہ گمان ہوتا
تھا کہ موصوف نے ان باتوں کو دیکھ کر

موقوفة اهل الافضل والسعيدة الى حضرة دهلي۔

جاتا ہے حالاں کہ بات یہ تھی کہ انہوں نے کلکتہ کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، غیر معمولی ذکی، قوی تصور تھے، اور حقائق سے خوب بحث کرتے تھے انہوں نے ان باتوں کو ان لوگوں سے سنا تھا جو دور دراز سے دار السلطنت دہلی میں آئے تھے۔

مولوی عبدالقادر کا بیان ہے:

''مولانا شاہ عبدالعزیز علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرۂ آفاق تھے، اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظر، اصطرلاب، جرثقیل، طبعیات، منطق، مناظرہ، اتفاق واختلاف، ملل ونحل، قیافہ، تاویل، تطبیق مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے، فن ادب اور ہر قسم کے اشعار کے سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے، خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کر دیتے تھے''۔

(علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) ج ۱ص ۲۴۶ شائع کردہ اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی ۱۹۶۰ء)۔

سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں ان کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:

''أعلم العلماء، أفضل الفضلاء، أكمل الكملاء، أعرف العرفاء، شرف الأماثل، فخر الأماجد والأماثل، رشک سلف، داغ خلف، افضل المحدثين، أشرف علماء ربانيين، مولانا وبالفضل أولانا شاه عبدالعزيز دهلوي قدس سره العزيز کی ذات فیض سمات ان حضرت بابرکت کی فنون کسبی ووہبی او

مجموعہ فیض ظاہری و باطنی تھی، اگرچہ جمیع علوم مثل منطق و حکمت و ہندسہ و ہیئت کو خادم علوم دینی کا کر کر تمام ہمت و سراسر سعی کو تحقیق غوامض حدیث نبویؐ و تفسیر کلام الٰہی اور اعلائے اعلام شریعت مقدسہ حضرت رسالت پناہی میں مصروف فرماتے تھے، چودہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد عمدۂ علمائے حقیقت آگاہ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں تحصیل علوم عقلی و نقلی اور تکمیل کمالات باطنی سے فارغ ہوئے تھے، حافظہ آپ کا نسخۂ لوح تقدیر تھا، باوجود اس کے کہ سنین عمر شریف قریب اسی (۸۰) کے پہنچ گئے تھے اور کثرتِ امراض جسمانی سے طاقت بدن مبارک میں کچھ باقی نہ رہی تھی، خصوصاً قلتِ غذا سے، لیکن برکات باطنی اور حدت قوائے روحانی سے حسب تفصیل مسائل دینی اور تبیین دقائق یقینی پر مستعد ہوتے تو ایک دریائے زخار موجزن ہوتا تھا اور فرط افادات سے حضار کو حالت استغراق بہم پہنچتی تھی۔

ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور شائقین صادق العقیدت و صافی نہاد خواص و عوام سے مور و ملخ سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریقۂ رشد و ہدایت کا استفاضہ کرتے (بروز یکشنبہ ۹ رشوال) ۱۲۳۹ھ میں اس جہانِ فانی سے سفر آخرت کو اختیار کیا، ایک قطعہ لکھتا ہوں۔

حجۃ اللہ ناطق و گویا شاہ عبدالعزیز فخر زمن
روز شنبہ و ہفتم شوال درمیان بہشت ساخت وطن
مہر نصف النہار در عرفاں مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و حلم تاریخش رضی اللہ عنہ گفت حسن

حکیم مومن خاں مومنؔ نے تاریخ وفات خوب کہی ہے:

دست بیداد اجل سے بے سرو پا ہوگئے
فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل
(ق ی ض ن ط ر ل م (۱۲۳۹ھ))

علوم حدیث میں شاہ عبدالعزیزؒ کی دو کتابیں بستان المحدثین اور عجالۂ نافعہ مقبول اور

مشہور کتابیں ہیں، اول الذکر جو حدیث کی مشہور کتابوں اوران کے مؤلفین کے حالات وتعارف پر مشتمل ہے، اس کا اردو میں شگفتہ ترجمہ استاد مرحوم مولانا عبدالسمیع صاحب شیفتہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا تھا جو پہلے مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوا تھا اور اب اس ترجمہ کو نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب کراچی نے شائع کر دیا ہے، دوسرا رسالہ عجالۂ نافعہ ہے، یہ ان کا ثبت اور حدیث سے متعلق علوم کا آئینہ دار ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی چند مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن الکریم موسوم بہ فتح العزیز، شاہ صاحبؒ نے اس کو مرض کی شدت اور ضعف میں املا کرایا تھا، یہ کتاب کئی جلدوں میں تھی، جس کا اکثر حصہ ۵۷ء کے ہنگامہ کی نذر ہو گیا، صرف دو جلدیں اول وآخر کی رہ گئی ہیں۔

۲۔ الفتاوی فی المسائل المشکلۃ۔ یہ بہت ضخیم تھی مگر اس کی تلخیص دو جلدوں میں دستیاب ہے۔

۳۔ تحفۂ اثنا عشریہ۔ شیعہ مذہب کی تردید میں بے نظیر کتاب ہے۔

۴۔ بستان المحدثین۔ اس میں کتب حدیث اور محدثین کی مفصل فہرست اور تذکرہ ہے مگر نامکمل ہے۔

۵۔ عجالۂ نافعہ۔ یہ اصول حدیث میں فارسی رسالہ ہے، نیز طلبۂ حدیث کے حفظ کے لیے بھی ایک رسالہ ہے۔

۶۔ میزان البلاغت۔ یہ فن بلاغت میں ایک بہترین متن ہے۔

۷۔ میزان الکلام۔ یہ علم کلام میں ایک بہترین متن ہے۔

۸۔ السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل۔ یہ بھی ایک رسالہ ہے جس میں خلفائے راشدینؓ کے فرق مراتب پر بحث کی گئی ہے۔

۹۔ سر الشہادتین۔ حضرات حسنینؓ کی شہادت سے متعلق ایک رسالہ ہے۔

۱۰۔ ایک رسالہ انساب کے موضوع پر ہے۔

ایک رسالہ تعبیر رؤیا سے متعلق ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد رسائل ہیں۔

۱۱۔ منطق اور حکمت میں یہ کتابیں ہیں:

۱۲۔ رسالہ ''میر زاہد''، ''میر زاہد ملا جلال''، ''میر زاہد شرح مواقف''، ''حاشیہ ملا کوبج'' پر عزیزیہ کے نام سے اور صدر شیرازی کی ''شرح ہدایت الحکمت'' ان سب پر حضرت شاہ صاحب ؒ کے حاشیے ہیں۔

۱۳۔ ایک کتاب ''ارجوزۂ اصمعی'' کی شرح کے نام سے ہے۔

